الله نور السموات والارض

نسخهٔ ہدایت و اکسیر سعادت طریق نجات جامع حسنات یعنی

نور الایمان ۱۲۹۶ھ

للرجال و النسوان

از تصنیف جناب مولانا حاجی مولوی عبد الله صاحب گیلانی

در مطبع انوار احمدی طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یامن تنزہ فی ذاتہ وصفاتہ الاحدیۃ ... ویامن تفرد بالبقاء والقدم الازلیۃ
ویامن استند الانام الی قدرتہ القیومیۃ ... نسئلک اللھم بازدادک القدسیۃ
ونتوسل الیک بشرف الذات المحمدیۃ ... وبآلہ کواکب امن البریۃ
وباصحابہ اولی الھدایۃ والافضلیۃ ... وبجملۃ شریعۃ اولی المناقب والخصوصیۃ
ان توفقنا فی الاقوال والاعمال الاخلاقیۃ السنیۃ ... والصلوٰۃ والسلام علی آل واصحاب المصطفویۃ

اما بعد مسکین عبد اللہ حنفی مجددی پنجابی مقامی حال موضع گیلانی پرگنہ بہار ضلع پٹنہ عظیم آباد بیچ خدمت مومنین کاملین اور مسلمین صالحین کے عرض کرتا ہے کہ جب یہہ عاجز سنہ ۱۲۹۵ ہجری مین بلاد ہندستان وارد وطن اصلی ملک پنجاب سے ہوا اکثر احباب و اغیار ساکنان موضع مجیدہ پرگنہ ششہزارہ ضلع راولپنڈی نے اس عاجز سے مسائل متعددہ بطور استفتا کے سوال کیا تھا مینے جواب اونکا کتب تفاسیر و احادیث و فقہ حنفی سے مستنبط کر کے بعد غور و تامل زبان اردو مین لکھا اب حسب اصرار و استبداد بعض مخلصین صادقین اس دیار کے سوالات و اونکے جواب کو دستخط و مہر سے علماء ہند کی مزین کرا کے بنظر اشاعت و ہدایت عامۂ مسلمین کی مرتب کر کے نام اسکا رسالہ منور الایمان للرجال والنسوان رکھا جاتا ہے اور بعض فوائد حاشیہ پر ضمیمہ اس رسالہ کا کیا جاتا ہے

اللہ تعالی اس رسالہ کو مقبول خاطر خواص و عوام کرے و جمیع متبعین شریعت محمدیہ کو اس رسالہ سے فائز المرام کرے امید ناظرین منصفین سے اسکے یہہ ہے کہ اگر بمقتضای بشریت اسمین جو کچھ غلطی لفظی یا معنوی بوجہ نادانستگی زبان اردو کے یا دین المومن مرآۃ المومن پر نظر رکھکر عیب پوشی کو کام فرماوین اللہ اس منزوی زدا یامی جھول کو ہدف سہام ملام نہ بناوین وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسئلون مین

سوال اول

اگر کوئی شخص نذر واسطے اولیاء اللہ کے اس طور پر کرے کہ یا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ و یا حضرت شاہ فتح عالم شاہ کے ڈھیری والا۔ و یا حضرت شاہ محمد غازی صاحب داڑھی والا۔ و یا حضرت جھجکی والا۔ و یا حضرت چنتی پنڈہ والا۔ یا حضرت عبد الوہاب قاضیان والا۔ یا سوا انکے اگر فلان غائب میرا پھر آوے یا فلان مریض میرا شفا پاوے یا فلان حاجت میری بر آوے تو مین آپکے واسطے جھنڈا یا چھڑی یا چادر یا شامیانہ آپکے مزار پر چڑھاؤن گا یا غلہ یا حلوا یا مالیدہ یا پراٹھا یا دودہ یا مٹھائی یا مرغ یا بکرا یا روپیہ یا پیسا یا سوا انکے اور چیزونکا برابر ہے کہ یہہ کلمہ قبر کے پاس کہے یا دور سے پس آیا یہہ نذر و یہہ کہنا جائز ہے یا نہ و نذر کرنے والا ایسی نذر سے مسلمان رہا یا مرتد ہوا اور ان چیزون کا کہانا غنی یا فقیر کو حلال ہے یا حرام

جواب سوال اول

نذر واسطے اموات کے خواہ نبی علیہ السلام ہون یا شہید یا ولی رح ہون یا عامہ مسلمین باجماع علماء باطل و حرام بلکہ شرک ہے اسواسطے کہ نذر شرع مین ایسی عبادت مخصوصہ کا نام ہے کہ جسکو بندہ اپنی نفس پر واجب کرے اور چونکہ عبادت

مختص ہے واسطے اللہ تعالیٰ کی پس نذر جو عبادت مخصوصہ سے ہے
واسطے غیر اللہ تعالیٰ کے شرک فی العبادت ہوگا جیسا کہ محمد بن اسمٰعیل یمنی نے
تطہیر الاعتقاد عن ادران الالحاد میں لکھا ہے والنذر فی الشدائد لا یکون الا للہ
وحدہ والاستغاثۃ باللہ وحدہ والنحر لہ وجمیع العبادات من الخضوع والقیام تذللا
والرکوع والسجود والطواف کلہ لا یکون الا للہ تعالیٰ ومن فعل ذلک لمخلوق من حی
او میت سواء کان ملکا او نبیا او ولیا او شجرا او قبرا او جنیا فقد اشرک فی العبادۃ و
ان اقر باللہ وحدہ انتہی ونذر نیاز کسی بزرگ کی ماننے ہرگز حلال نہیں چنانچہ
زاد الآخرت میں ہے نذر ونیاز انبیاء واولیاء وپیران وشہیدان وغیرہم
قبول نمودن بالاتفاق حرام است انتہی وفی البحر الرائق واما النذر الذی ینذرہ اکثر
العوام علی ما ہو مشاہد کان یکون لانسان غائب او مریض او لہ حاجۃ ضروریۃ
فیاتی بعض مزارات الصلحاء فیجعل سترہ علی راسہ فیقول یا سیدی فلان ان
رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذہب کذا او من الفضۃ کذا
او من الطعام کذا او من الماء کذا او من الشمع کذا او من الزیت کذا فہذا النذر باطل
بالاجماع لوجوہ منہا انہ نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون
لمخلوق ومنہا ان المنذور لہ میت والمیت لا یملک ومنہا ان ظن ان المیت یتصرف
فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقادہ بذلک کفر۔ وفی العالمگیریۃ والنذر الذی
یقع من اکثر العوام بان یاتی الی بعض الصلحاء ویرفع سترہ قائلا یا سیدی
فلان ان قضیت حاجتی فلک منی من الذہب مثلا کذا باطل اجماعا۔ ہاں اگر
نذر واسطے اللہ تعالیٰ کے کرے اور منذور کو طرف فقراء کے صرف کرے
تو جائز ہے چنانچہ اوسی بحر الرائق میں ہے اللہم الا ان یقول یا اللہ
انی نذرت لک ان شفیت مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی [illegible]

الفقراء الذين بباب السيدة نفيسة او الفقراء الذين بباب الامام الشافعی
او الامام ابی اللیث او اشتری حصیر المساجد بهم او زیتا لوقودها او دراهم لمن یقوم
لشعائرها الی غیر ذلک مما یکون فیه النفع للفقراء والنذر لله عزوجل وذکر الشیخ انما
هو لبیان محل لصرف النذر لمستحقیه القاطنین برباطه او مسجده او جامعه فیجوز
بهذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء وقد وجد المصرف اور عالمگیری میں ہے نعم
قال یا الله نذرت لک ان شفیت مریضی او نحوه ان اطعم الفقراء الذی بباب السیدة
نفیسة او نحوها او اشتری حصیر المسجد او زیتا لوقودها او دراهم لمن یقوم لشعائرها
لما یکون فیه نفع الفقراء والنذر لله تعالی وذکر الشیخ انما هو محل لصرف النذر
لمستحقیه یجوز ذلک فائدہ جبکہ طریقہ نذر اللہ تعالی کا معلوم ہو چکا اب
جاننا چاہیئے کہ نذر مشروط بچند شروط ہے ازانجملہ یک شرط یہ ہے کہ منذور
جنس واجب لعینہ سے ہو جیسا کہ نماز۔ روزہ۔ حج قربانی صدقہ چنانچہ
شامی نے حاشیہ درمختار میں شرح ملتقی و بحر الرائق سے نقل کیا ہے
والنذر عمل اللسان وشرط صحته ان لا یکون معصیة کشرب الخمر ولا واجبا علیه
فی الحال کان نذر صوما او صلوة وجبتا علیه ولا فی المآل کصوم وصلوة یجبان
علیه وان یکون من جنسه واجب لعینه مقصود وغیرہ۔ آور شامی میں ہو وہ للہ تعالی
کو شوا رفقرا کے کسیکو لینا حلال نہیں کما فی البحر الرائق ولا یجوز ان یصرف ذلک
لغنی غیر محتاج ولا الشریف لنسب لانه لا یحل له الاخذ مالم یکن فقیرا محتاجا ولا الذی
لنسب لاجل نسبه مالم یکن فقیرا ولا الذی علم لاجل علمه مالم یکن فقیرا ولم یثبت فی
الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل
الذمة وانه حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذه ولا اکله ولا التصرف فیه بوجه
من الوجوه الا ان یکون فقیرا وله عیال فقراء عاجزون عن الکسب وهم مضطرون

فیاخذونہ عن سبیل الصدقۃ المبتدرۃ واخذہ ایضاً مکروہ مالم یقصد بہ الناذر التقرب
الی اللہ تعالی وصرفہ الی الفقراء ویقطع النذر عن نذر الشیخ ۔ لیکن نذر بزرگون
کی جسکو سائل نے ذکر کیا ہے حرام ہوگی کما فی البحر الرائق فاذا علمت ہذا
فما یوخذ من الدراہم والشمع والزیت وغیرہا وینقل الی ضرائح الاولیاء تقربا
الیہم فحرام باجماع المسلمین مالم یقصدوا بصرفہا الفقراء الاحیاء وہکذا فی العالمگیریۃ
والنہر والدر المختار وحاشیۃ الشامی والطحطاوی وغیر ذلک اور کہانا یا صرف
ہین لانا اون چیزون کا جو نذر بزرگون کی گئی اس وجہ سے کہ وہ منذور
لغیر اللہ ہے فقیر وغنی دونون کو حرام ہے چنانچہ عبارت بحر الرائق کے
وانہ حرام بل سحت اسی پر دال ہے اور دلیل الصالحین مین ہے النذر
لا یکون الا للہ تعالی فمن نذر لنبی او ولی لا یلزم علیہ شیء فان اعطی بذلک الشیء
لاحد من الناس علی تلک النیۃ لا یجوز اخذہ ان علم الآخذ بذلک فان کان طعاما لا یحل
اکلہ وان کان ذبیحۃ فہو میتۃ فان اکلوا وسموا اللہ تعالی علیہا کفروا جمیعا اور زاد
الآخرۃ مین ہے اطعمہ واشربہ وغیر آن بمزارات بزرگان بردن برای تقرب
بایشان نہ برای حق تعالی باتفاق حرام است انتہی اور مجدد صاحب کہ جنکا سارا
ہند وسند معتقد ہے اپنے مکتوبات مین تحریر فرماتے ہین حیوانات را کہ نذر مشائخ
میکنند وبر سر قبر ایشان رفتہ آن حیوانات را ذبح می نمایند در روایات فقہیہ این عمل را
نیز داخل شرک ساختہ اند وفی شرح المتفق البقر الذی ینذرہ الناس بارواح
المشائخ حرام لانہ منذور باسم المیت انتہی اور اسیطرحکا حکم ہے منذورات کفار کا
جیسا کہ شرح متفق مین ہے البقر الذی ینذرہ الکافرون باسم الآباء والاجداد
حرام لان فیہ جریمتان احدہما ان المنذور ملک الناذر ولا یجوز للمؤمن ان یتصرف
فی الملک الغیر ویاکل لان حق الغیر حرام والثانی ما یطعم الکافرون باسم الآباء فہو

حرام لایجوز للمسلم ان یاکل منه وکذا البقر لانه منذور باسم المیت انتهی **فائده**
جبکہ معلوم ہوا کہ نذر سوا اللہ تعالی کے اور کسیکی ماننی شرک فی العبادۃ ہے اب
معلوم کرنا چاہیے کہ مومنین شرک سے جو باعث ہے مخلد فی النار ہونیکا
بہت بچا کرے اسلیئے اللہ تعالی جابجا قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے
قوله تعالی ولا تشرک بعبادة ربه احدا وقوله تعالی فلا تجعلوا لله اندادا
وانتم تعلمون وقوله تعالی واعبدوا الله ولا تشرکوا به شیئا وقوله تعالے
فاجتنبوا الرجس من الاوثان اور اسیطرح سے احادیث میں آنحضرت صلعم
نے بہی شرک سے بچنے کے لیے بہت کچہ منع فرمایا ہے قال النبی صلی اللہ
علیه وسلم ولا تشرک به شیئا رواه البخاری ومسلم وقال النبی صلی اللہ علیه وسلم
لمعاذ بن جبل لا تشرک بالله شیئا وان قتلت او حرقت رواه احمد اور جسطرح
کہ نذر لغیر اللہ تعالی شرک ہے اوسیطرح انبیا علیہم یا اولیاء اللہ رح کو متصرف
فی الامور سمجہنا اور انسے حاجتیں مانگنا بہی سراسر شرک ہے اور ایسا اعتقاد
کفر اللہ تعالی ہر مسلمان کو توفیق دیوے کہ طلب حاجتوں کی اللہ تعالے
سے کیا کریں جیسا کہ رد المحتار شامی میں نقلا عن البحر الرائق عن شرح العلامة
قاسم لکہا ہے انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون الله تعالی فاعتقاد
ذلک کفر انتهی اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی رح صاحب تفسیر بحر امواج
نے عقیدہ کہ اسلامیہ میں لکہا ہے بیان الفاظ الکفر والافعال التی تحبط بها الطاعات
کلها من الخواص والعوام سواء کانت بالقصد او بالسهو منها استباحة استماع
اصوات الملاهی وخلوة الاجنبیات والنظر الی الامارد وصبیح الوجه وضرب الاقدام بعد
الصلوة الی العراق افتراء علی المشائخ الذین یتبعون النبی عم فی الحرکات والسکنات
والاقوال والاحوال واستحلال المعصیة صغیرة کانت او کبیرة واستخفافها واستهزاء

الشرعیۃ ودستہا فہما وطلب الحوائج من الاموات والاستغاثۃ بہم اور زاد الآخرۃ
میں ہے ورا امور عالم بارادت خود تصرف نمودن ومیرانیدن وزندہ کردن وفراخ
روزی وتنگی آن نمودن وبیمار گردانیدن وصحت بخشیدن وحاجت ومراد برآوردن
ورفع بلا وآفت نمودن وجزآن مختص بذات حق تعالی است وانرا برائے
دیگری از رسل وانبیاء واولیاء وشہداء وپیران وبزرگان وغیرہم نیز دانستن
وبدین اعتقاد نذر ونیاز قبول کردن ومقاصد ومطالب از ایشان درخواستن
در وقت مصیبت وآفت یاد آوردن شرک است اینہمہ قاعدہ کافر لیست بجدا
شریک آور نسبت او اللہ تعالی در سورۂ نحل میفرماید۔ ویعبدون من
دون اللہ مالا یملک لہم رزقا من السموات والارض شیئا ولا یستطیعون
ونیز در سورۂ یونس میفرماید ولا تدع من دون اللہ مالا ینفعک ولا
یضرک فان فعلت فانک اذا من الظالمین جھنڈا یا چھڑی کا مزار
پر کسی نبی یا ولی یا شہید کے صرف بیجا اور خلاف شریعت ہے مٹانا اور
گرانا اس جھنڈے اور چھڑی کا واجب ہے کما قال اللہ تعالی ان المبذرین
کانوا اخوان الشیاطین سئل ابن مسعود عن التبذیر فقال انفاق المال
فی غیر حقہ قال شعبۃ کنت امشی مع ابی اسحق فی طریقۃ الکوفۃ فاتی علی بیت بنی
بجص وآجر فقال ہذا التبذیر۔ معالم التنزیل ومن الانصاب ما قد نصبہ الشیطان
للمشرکین من شجر او عمود او وثن او قبر او خشبۃ او نحو ذلک والواجب ہدم ذلک
ومحو اثرہ انتہی۔ اغاثۃ اللہفان وقال الامام ابوبکر الطرطوسی انظروا رحمکم اللہ
اینما وجدتم شجرۃ یقصدہا الناس ویعظمونہا ویرجون البرء والشفاء من قبلہا ویضربون
بہا المسامیر والخرق فہی ذات انواط فاقطعوہا۔ مجالس الابرار۔ اور قبر پر چادر کھڑی
یا پھول کی چھڑیاں یا شامیانہ کھڑا کرنا مکروہ ونہایت ممنوع ہے چنانچہ زاد الآخرۃ

مجالس الابرار

مین نصاب الاحتساب سے نقل کیا ہے کہ قبر را چادر پوشیدن و خیمہ
زدن و سائبان استادہ کردن منہی است از ہم کہ چادر و جھنڈہ را تصدق کنند
و ثواب آن باہل مزار بخشند اور عینی نے شرح صحیح بخاری مین نیچے حدیث
لما مات الحسن کی لکھا ہے کہ اورد البخاری ذلک دلیلا علی الکراہۃ و کرہ احمد ان
یضرب علی القبر فسطاطا و فتاوی ابراہیم شاہی مین ہے یکرہ ان یضرب
فسطاطا او قبۃ انتہی وکذا فی شرعۃ الاسلام و فتاوی رحمانیہ و مسطور عن دار الغرر
وکشف الغطا و خلاصۃ الفقہ و غیر ذلک - اور پکارنا اہل مزار کو اس اعتقاد سے
کہ جہان سے پکارونگا اہل مزار معلوم کر لیتا ہے شرک اور فعل کفار ہے
اور یہی خلاف کتاب اللہ زاد الاخرۃ مین ہے و انستنی است کہ علم غیب مختص
است بذات باری تعالی پس انبیا و اولیا و شہدا و نجوم و رمال و کاہن و فال گو
وغیرہم را دران شریک دانستن شرک است چہ حق تعالی در سورہ انعام پارہ
ہفتم می فرماید وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو و نیز در سورہ نمل پارہ بستم
می فرماید قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ و در پارہ بست و یکم
فرمود ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام و ما تدری نفس
ما ذا تکسب غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت - و فتاوی قاضیخان مین ہے

لا یعلم الغیب لا الجن ولا الانس

سوال دوسرا

بعض لوگون مین حضرت پیران پیر کی گیارہوین کرنیکا یہہ دستور ہے کہ جسکے
پاس گائی یا بھینس یا بکری دودہ دینے والی ہوتی ہے وہ گیارہوین تاریخ
مہینے کی کل دودہ بی بی فاطمہ رض کو دیتے ہین اور اوس روز اوس دودہ
کو بگمان فاسد و عقیدہ باطل سیادات کی کہ اگر آج کا دودہ مین خود کہاون گا

یا اپنی لڑکون کو کہلاونگا تو حضرت پیر صاحب ہم سے بہت ناخوش ہونگے
اور ہمنے شاکی ہے سبب مال اور اولاد مین نقصان عظیم پہونچاوینگے واگر آج
دودہ اپنی مصرف مین نہ لاونگا تو مال اور اولاد مین میری ترقی ہوگی اس لیے
کہ یہہ حق اونکا ہے پس ہر شخص یہہ آپ ہی کرہ حق اونکا سواے اہل بیت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یعنے سادات کرام کی کسی اور کو نہ دیوے اور بابین وجہہ
سادات وہان کے دعوی کرتے ہین کہ یہہ حق میرا ہے دوسرا کوئی اسکا
مستحق نہین اور یہہ عقیدہ فاسد رکھتے ہین کہ اگر یہہ دودہ کسی اور کو دیا جاویگا
تو دینے والے کو ضرر پہونچیگا۔ اور جسکے پاس کوئی جانور دودہ دینوالا
نہین ہوتا ہے وہ موافق عقیدہ فاسد اپنے بخوف مضرت جان ومال و
اولاد اپنی تاریخ گیارہوین کو عوض دودہ کے آٹا یا غلہ حضرت سادات کو
دیتے ہین پس یہہ عقیدہ اور قول انکا شرعا درست ہے یا نہ اور ان چیزونکا
سوا سادات کے اورونکو دینا چاہیے ہے یا نہ جواب گیارہوین کرنی حضرت
پیران پیر کی ساتھہ قیود غیر مشروعہ کے دو حال سے خالی نہین یا وہ بطور نذر ہے
یا غیر نذر اگر اول ہے تو حکم نذر لغیر اللہ کا جواب سوال اول مین علی وجہ الاتم مذکور
ہو چکا یعنی وہ دودہ اور غلہ وغیرہ گیارہوین تاریخ ہر مہینہ کا منذور لغیر اللہ حرام ہوگا
اور کہانا ان چیزونکا بہی فقیر وغنی وسید وغیرہم کو حرام ہوگا اور ایسے گیارہوین کرنیوالا
بوجہ مرتکب ہونے نذر لغیر اللہ کے مشرک ہے اور اگر ثانی ہے تو اوسکا بہی دو حال
ہے اول یہہ کہ اگر وہ گیارہوین مع قیود غیر مشروعہ باعتقاد سببیت کی کرتا ہے
کہ اس طور سے کرنیمین ہمارے پیر خوش ہوکر ہمکو نفع مثل تکثیر اموال واولاد کے
پہونچاوینگے وبصورت نکرنے گیارہوین کے اسطور یہہ ضرر مثل اہلاک اموال اور
اولاد کے پہونچاوینگے چنانچہ اسی طرح کی گیارہوین مندرج سوال ہے پس یہہ اعتقا

شرک فی الافعال خلاف نصوص قرآنی و احادیث نبوی کے اپنی اختیار سے ہے اسلیے
کہ نافع و ضار حقیقی وہی معبود تعالی ہے جسکے گیارہویں کرنے کے لیے نہ خود قرآن میں
فرمایا و نہ اپنے حبیب کی زبان سے ارشاد کرایا بلکہ پیغمبر اور ولی و شہید اپنے اختیار سے کسیکو نفع یا ضرر
نہیں پہونچا سکتے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قل افاتخذتم من دونه اولیاء لا یملکون
لانفسهم نفعا ولا ضرا - واتخذوا من دون الله لا یخلقون شیئا وهم یخلقون ولا یملکون
لانفسهم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوة ولا نشورا - ولا تدع من دون الله ما لا ینفعک
ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظالمین - ولا تهدی من احببت ولکن الله یهدی
من یشاء - قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله - وما تشاؤن الا ان یشاء الله
ان الله کان علیما حکیما - وما تشاؤن الا ان یشاء الله رب العالمین - ولو شاء الله
ما اقتتلوا ولکن الله یفعل ما یرید - ولو شاء ربک ما فعلوه فذرهم وما یفترون - ان ربک
فعال لما یرید - حتی اذا استیأس الرسل وظنوا انهم قد کذبوا جاءهم نصرنا فنجی من نشاء
ولا یرد بأسنا عن القوم المجرمین - وقال الملا علی القاری فی شرح الفقه الاکبر والحق
الصحیح الذی اتفق علیه السلف والخلف ان ما شاء الله کان وما لم یشأ لم یکن - دوم
یہ کہ اگر وہ گیارہویں ساتھ التزام و قیودات مذکورہ کے اس اعتقاد سے کرتا ہے
کہ اس طور کی گیارہویں موجب ثواب و رضامندی شیخ کی ہے اور خلاف میں
اسکے ثواب کم اور نارضامندی شیخ کی ہے تو ایسی گیارہویں بدعت سیئہ ہے
اور وہ اور اوسکے مرتکب دونوں مردود ہیں کیونکہ نام ہی ایسی نئی چیز کا کہ نکالی جاوے
دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اور ہو خلاف اصول دین اور قواعد سنت کی جیسا کہ
روایت ہے جابر رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد فان خیر الحدیث
کتاب اللہ و خیر الهدی هدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتها وکل بدعة
ضلالة رواه مسلم وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة رواه احمد

وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ وعن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد رواہ البخاری ومسلم۔ بدعت ایسی بری
چیز ہے کہ مبتدع تاوقتیکہ اپنی بدعت سے باز نہ آوے کوئی عبادت اوسکی درجہ
قبولیت کو نہین پہونچتی ہے اور جبتک مبتلا بہ بدعت رہتا ہے توبہ بھی
اوسکی نہین قبول ہوتی چنانچہ ابن عباس رض سے مروی ہے قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یدع بدعتہ رواہ ابن ماجہ
وعن حذیفۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صوما ولا حجا
ولا عمرۃ ولا جہادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما یخرج الشعر من العجین رواہ
ابن ماجہ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حجب التوبۃ عن کل
صاحب بدعۃ حتی یدع بدعتہ رواہ الطبرانی۔ مبتدعین ایسی بری نزدیک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہین کہ انکی توقیر وتعظیم کرنی باعث ہدم اسلام ہے چنانچہ ابراہیم
بن میسرۃ سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب
بدعۃ فقد اعان علی ہدم الاسلام رواہ البیہقی۔ اب جاننا چاہیے کہ یہ گیارہوین
ایسی کتاب معتبر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رض یا تابعین یا ائمہ مجتہدین سے
ثابت نہین پس اسکی بدعت سیئہ ہونے مین کوئی شبہہ نہین اس سے بچنا ہر مسلمان
پر واجب ہے **فائدہ** جو چیز بعد آنحضرت صلعم کے پیدا ہوئی وہ بدعت ہے اوسمین سے
جو موافق اصول اور مطابق قواعد سنت کے ہو اوسکو بدعت حسنہ کہتے ہین اور جو
مخالف اوسکے ہو اوسکو بدعت ضلالت اور سیئہ کہتے ہین چنانچہ حدیث صحیح مسلم مین
مراد کل بدعۃ ضلالۃ سے یہی ہے۔ اور بعض بدعت عند العلماء واجب ہے مثل تعلیم علم
نحو بغرض سمجھنے کلام اللہ وحدیث وغیرہما کے اور بعض بدعت حرام ہے مانند مذہب
جبریہ وقدریہ وغیرہ کے اور رد کرنا انکا بدعات واجبہ سے ہے اور بعض بدعت مستحب ہے

جیسے مدرسہ بنانا اور سیطرح جتنا نقش کا کام کہ حضرت کے زمانہ میں نہ تھے اور بعض
مکروہ مثل نقش و نگار کرنے مساجد اور کلام اللہ کے اور بعضے مباح مانند اچھی کھانے
اور پینی اور اچھی پوشاک اور مکان کے کہا امام شافعی نے کہ جو بات نئی نکالی جاوے
اور وہ مخالف کتاب یا سنت یا قول بعض صحابہ یا اجماع کے ہو ضلالت ہے اور جو ایسی نہو
بس نہیں ہے وہ بری مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ میں ناقلا عن شیخ عبد الحق و سید جمال الدین
و ملا علی قاری لکھا ہے قال النووی البدعۃ بکسر الباء فی الشرع ہی احداث ما لم یکن فی
عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی منقسمۃ الی حسنۃ وقبیحۃ وقال ابن عبد السلام فی آخر
القواعد البدعۃ منقسمۃ الی واجبۃ ومحرمۃ ومندوبۃ ومکروہۃ ومباحۃ قال والطریق فی ذلک
ان تعرض البدعۃ علی قواعد الشریعۃ فان دخلت فی قواعد الایجاب فہی واجبۃ او فی
قواعد التحریم فہی محرمۃ او الندب فمندوبۃ او المکروہ فمکروہۃ او المباح فمباحۃ وللبدعۃ
الواجبۃ امثلۃ منہا الاشتغال بعلم النحو الذی یفہم منہ کلام اللہ تعالی وکلام رسولہ صلی اللہ
علیہ وسلم وذلک واجب لان حفظ الشریعۃ واجب ولا یتاتی حفظہا الا بذلک وما لا یتم الواجب
الا بہ فہو واجب الثانی حفظ غرائب الکتاب والسنۃ من اللغۃ الثالث تدریس اصول الفقہ
الرابع الکلام فی الجرح والتعدیل وتمییز الصحیح من السقیم وقد دلت قواعد الشریعۃ علی ان
حفظ الشریعۃ فرض کفایۃ فیما زاد علی المتعین ولا یتاتی ذلک الا بما ذکرناہ وللبدع المحرمۃ
امثلۃ منہا مذاہب القدریۃ والجبریۃ والمرجئۃ والمجسمۃ والرد علی ہؤلاء من البدع الواجبۃ
وللبدع المندوبۃ امثلۃ منہا احداث الربط والمدارس وکل احسان لم یعہد فی العصر الاول و
منہا التراویح والکلام فی دقائق التصوف وفی الجدل ومنہا جمع المحافل فی الاستدلال علی
المسائل ان قصد بذلک وجہ اللہ وللبدع المکروہۃ امثلۃ کزخرفۃ المساجد وتزویق المصاحف
وللبدع المباحۃ امثلۃ منہا المصافحۃ عقب الصبح والعصر عند الشافعی ومنہا التوسع
فی اللذیذ من الماکل والمشارب والملابس والمساکن ولبس الطیالسۃ وتوسیع الاکمام

وقد يختلف في بعض ذلك فيجعله بعض العلماء من البدع المكروهة ويجعله آخرون
من السنن المفعولة في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيما بعده وذلك كالاستعاذة
في الصلوة والبسملة من العزيزي شرح جامع الصغير نقلا عن الطريقة المحمدية فان قيل
كيف التطبيق بين قوله عليه السلام كل بدعة ضلالة وبين قول الفقهاء ان البدعة قد
تكون مباحة كاستعمال المنخل والمواظبة على اكل لباب الحنطة وقد تكون مستحبة
كبناء المنارة والمدارس وتصنيف الكتب بل قد تكون واجبة كنصب الادلة لرد شبهة
الملاحدة ونحوهم قلنا للبدعة معنى لغوي عام هو المحدث مطلقا عادة او عبادة لانها اسم
من الابتداع بمعنى الاحداث كالرفعة من الارتفاع والخلفة من الاختلاف وهذا هو المنقسم
في عبارة الفقهاء يعنون بها ما احدث بعد الصدر الاول مطلقا ومعنى شرعي خاص هو الزيادة
في الدين او النقصان منه الحادثان بعد الصحابة بغير اذن من الشارع لا قولا ولا فعلا لا صريحا
ولا اشارة فلا تتناول العادات اصلا بل تقتصر على بعض الاعتقادات وبعض صور العبادات
فهذه هي مراده عليه السلام بدليل قوله عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين
وقوله عليه السلام انتم اعلم بامر دنياكم وقوله من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد والبدعة
في الاعتقاد هي المتبادرة من اطلاق البدعة والمبتدع والبدعي واهل الاهواء فبعضها كفر و
بعضها ليست به ولكنها اكبر من كل كبيرة في العمل حتى القتل والزنا وليس فوقها الا الكفر ولكن لا
في الاجتهاد فيه فليس بعذر بخلاف الاجتهاد في الاعمال ومذهب اهل البدعة ما يخالف معتقد اهل السنة والجماعة
والبدعة في العبادة وان كانت دونها لكنها ايضا منكر وضلالة لا سيما اذا صادمت سنة مؤكدة
ومقابل هذه البدعة سنة الهدى وهي ما واظب النبي عليه السلام عليه من جنس العبادة مع الترك
احيانا او مع عدم الانكار على تاركه كالاعتكاف واما البدعة في العادة كالمنخل فليس فعلها خطأ
بل تركه اولى فتركها اولى وضدها السنة الزائدة وهي ما واظب عليه النبي عليه السلام من
جنس العادة كالابتداء باليمين في الافعال الشريفة وباليسار في الخسيسة فهي مستحبة

فعلم ان البدعة بالمعنى الاعم في حق التارك ثلاثة اصناف مرتبة في القبح فاذا علمت هذا فالمنارة
يعلون للاعلام وقت الصلوة والمراد الاذان والمدارس يرتبونها لانهم يعتنون للتعليم
والتبليغ ورد البدعة بنظم الدلائل نهي عن المنكر وذب عن الدين فكل ما دون فيه على الوجه
بعدهم ووقوعه في الصدر الاول اما لعدم الاحتياج او لعدم القدرة لعدم المال او لعدم
التفرغ له بالاشتغال بالاهم ونحو ذلك ولو تتبعت كل ما قيل فيه بدعة سنة من جنس
العبادة وجدتها فيه من الشارع اشارة او دلالة ثم اعلم ان فعل البدعة اشد ضررا
من ترك السنة بدليل ان الفقهاء قالوا اذا تردد في شئ بين كونه سنة او بدعة فتركه
لازم واما ترك الواجب هل هو اشد من فعل البدعة او على العكس ففيه اشتباه حيث صرحوا
فيمن تردد في شئ بين كونه بدعة وواجبا انه يفعله اور یہی طریقہ گیارہوین کا بہت سا
رکہتا ہے ساتھ طریقہ کفار کے اور طریقہ کفار کا یہہ تہا کہ جو چیزین ہین کوئی ہوا
اور کہیتیون مین سے جو کچہ پیدا ہوتا واسطے معبودون اپنے کے مقرر کرتے
تہے اور کہتے تہے یہہ حصہ خدا کا ہے اور یہہ واسطے ٹہاکرون ہمارے
کے اور یہہ بہی [illegible] کہ اسکو ہم چاہین [illegible] دیوینگے یعنی خادمون
بتخانہ کو جیسا کہ فرمایا ہے اللہ تعالی نے وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام
نصیبا فقالوا هذا لله بزعمهم وهذا لشركائنا فما كان لشركائهم فلا يصل الى الله وما كان
لله فهو يصل الى شركائهم ساء ما يحكمون وقالوا هذه انعام وحرث حجر لا يطعمها
الا من نشاء اور زعم کرنا [illegible] انکا اسباب مین کہ آجکی تاریخ کے دودہ اور غلہ کا
[illegible] ہوں دوسرا کوئی نہین فاسد دعوی بلا دلیل اور خلاف شریعت ہے
اسواسطے کہ اگر دودہ وغیرہ گیارہوین کا نذر لغیر اللہ ہے پس بوجہ حرمت کے
کسی مسلمان کو لینا وکہانا روا نہین چنانچہ حکم اسکا جواب سوال اول مین بالتفصیل
مذکور ہو چکا اور اگر یہہ چیزین نذر واسطے [illegible] کے اور افطار ثواب نذر کا واسطے

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ کے مقصود ہے پس اس صورت میں لینا سادات
کو ہرگز جائز ہوگا اسواسطے کہ نذر واجب ہی مثل زکوۃ کے اور زکوۃ سیدون کو
لینا حرام ہے پس لینا اشیاء مذکورہ گیارہوین کا حرام ہوگا لقولہ علیہ السلام
ان ہذہ الصدقات انماہی اوساخ للناس وانہا لاتحل لمحمد ولا لآل محمد رواہ مسلم و
قال علیہ السلام نحن اہل بیت لاتحل لنا الصدقۃ رواہ البخاری وفی العالمگیریۃ ولا
یدفع الزکوۃ الی بنی ہاشم وہم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث
بن عبد المطلب کذا فی الہدایۃ انتہی وفیہ ایضا ہذا فی الواجبات کالنذور والزکوۃ
والعشر والکفارۃ فاما التطوع فیجوز الصرف الیہم کذا فی الکافی بہتر یہہ ہے کہ مال زکوۃ
اور صدقۃ الفطر اور منذورات اول صرف کیے جاوین پہلے طرف اپنے بہائیون
اور بہنون کے بعد اوسکے طرف اولاد اونکی کے اسی سلسلہ کے ساتھ طرف
باقی اور اقاربون کے کما فی العالمگیریۃ والافضل فی الزکوۃ والفطر والنذور الصرف
اولا الی الاخوۃ والاخوات ثم الی اولادہم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادہم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادہم ثم الی
ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اہل حرفتہ ثم الی اہل مصرہ او قریبہ کذا فی السراج الوہاج
انتہی تلبیس سوال یہہ ہے کہ اگر کوئی نذر واسطے اللہ کے اسطرح پر کرے
کہ یا اللہ تعالی اگر شفا دیگا تو میری بیماری کو یا پہیر لاویگا تو میرے غائب کو تو تیرے
واسطے دودہ یا بکرا یا حلوا یا روٹی وغیرہ کہلاؤن گا خاص کر گیارہوین تاریخ کو ہر مہینے
کے اور ثواب اسکا یعنی نذر کا حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کو یا اور کسی
ولی رضی اللہ عنہ کو بخشون گا اس امید سے کہ بعوض اسکی ثواب مجھکو نفع اوس
ولی اللہ سے نفع ہوویگا مثل کثرت مال یا اولاد یا صحت بدنی و دیگر مطالب دنیوی اور
بصورت نہ بخشنے ثواب کے اس فلانے ولی سے ضرر ہوویگا مثل ہلاک ہونے
اولاد اور مال اور غیرہ ذلک کے آیا یہہ حرام ہے یا جائز جواب سوال سوم

نذر اللہ جل شانہ کے واسطے مانی درست بلکہ سنت ہے جیساکہ تفسیر کبیر و کشاف و
احمدی و ابو سعود و عزیزی مین نقل کیا ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما ان
الحسن و الحسین علیہما السلام مرضا فعادہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اناس معہ
فقالوا یا ابا الحسن لو نذرت علی ولدک فنذر علی و فاطمۃ و فضۃ جاریۃ لہما ان شفاہما اللہ
تعالی ان یصوموا ثلثۃ ایام و قال علیہ السلام من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ و من نذر ان یعصیہ
فلا یعصہ رواہ البخاری لیکن پہونچانا ثواب الفاظ ی نذر کا کسی ولی کو اولیا اللہ سے
ساتھ اون اعتقادات باطلہ اور قیود فاسدہ کے کہ جو سائل نے ذکر کیے ہین شرک
صریح ہے اسواسطے کہ نافع و ضار حقیقی اللہ تعالی ہے چنانچہ زاد الآخرت مین ہے
در امور عالم بارادت خود تصرف نمودن و میرانیدن و زندہ کردن و فراخی روزی و
تنگی آن نمودن و بیمار گردانیدن و صحت بخشیدن و حاجت و مراد بر آوردن و رفع
بلا و آفت نمودن و جز آن مختص بذات حق تعالی ہست و آنرا برای دیگری از رسل و
انبیا و اولیا و شہدا و پیران و بزرگان و غیرہم نیز دانستن و باین اعتقاد نذر و نیاز
قبول کردن و مقاصد و مطالب از ایشان درخواستن و در وقت مصیبت و آفت
یاد آوردن شرک ہست انتہی اور اللہ تعالی خود فرماتا ہے قل لا املک لنفسی نفعا ولا
ضرا الا ما شاء اللہ الایۃ اور زیادہ تفصیل اسکی بیچ جواب سوال اول و دوم کے مذکور
ہے سوال چہارم یہہ ہے کہ ارواح مردونکی وقت مغرب کے شب جمعہ
اور عیدین اور شب برات مین جس مکان مین کہ وہ مرتے ہین آتے ہین یا نہین
بصورت آنیکے وہ روحین دروازہ پہ بیٹھکر منتظر ثواب رسانی کہانے اور پانی
اور قرآن پڑہنے وغیرہ کے زندون سے رہتے ہین یا نہین اور اگر اونکے
وارثون نے ثواب پہونچایا تو دعا کرتے جاتے ہین ورنہ بددعا کرتے جاتے ہین
یا نہین اور بعضے کتابون مین جو مذکور ہے کہ ارواح مردون کی طرف اپنے

مکان کے اوقات مذکورہ مین آئی ہی ایسی کوئی سند قرآن اور حدیث سے کہ باتفاق
معتبر ہوسکے ثابت ہے یا نہین اور اون اوقات مذکورہ مین بتعین ایصال ثواب شیرینی
کا کرنا جائز ہے یا نہین جواب سوال چہارم جاننا ہو نار وشن کا چیخ اون شب
کے کہ سائل نے ذکر کیا ہے قرآن یا احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد سے ثابت
نہین جیسا کہ لکھا ہے محی السنہ وماحی البدعہ مجدد شہر فی الآفاق استاد استاد
حضرت مولانا شاہ محمد اسحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی نے پنجم مائہ مسائل کے
اندر ارواح دربین شب جمعہ ارروی احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت نگشتہ انتہی
اور وہ روایت کہ ارواح اوقات مذکورہ مین آتی ہین جیسا کہ ابراہیم شاہی اور شیخ جہر
او رخزانۃ الروایات مین لکھا ہے ضعیف وغریب ہی ہے جیسا کہ بیان کیا ہے شیخ اور شرح
کوامن ارواح کے ملا علی قاری اور شیخ الاسلام اور شیخ عبد الحق رحمہم اللہ نے جا
البرکات مین او تعیین کرنا پہونچانے ثواب طعام وغیرہ مین علی الدوام بیچ وقت
مغرب ان ایام مذکورہ کے جو سائل نے ذکر کیا ہے جب تک سند صحیح اوسکے
قرون ثلاثہ سے ثابت نہو بدعت ہے پس ترک اسکا واجب ہے اسلئے
کہ تعیین ایصال ثواب کا اوقات مذکورہ مین قرون ثلاثہ سے منقول نہین ہے
جیسا کہ محی السنہ وماحی البدعہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحق محدث دہلوی رحمہ اللہ
نے پنجم مائہ مسائل کے لکھا ہے تعیین فاتحہ بر شیرینی وغیرہ از طعام ور شبہا
از احادیث وروایات کتب معتبر ثابت نشدہ اگر درین شبہا بدون اصرار و اعتقاد
لزوم تصدق کردہ یا ثواب تلاوت رسانند جائز است مگر اصرار و تاکید نبایدو شب دون
بایر جیثیت کرد کہ ہی اگر ترک نکند سبب نصیب شیطان است چنانچہ ملا علی قاری وطیبی

وسید و شرح مشکوۃ نوشتہ اند حدیث لا یجعل للشیطان شیئا من صلوتہ میرسے
ان میں ما عمل الاخصر حدیث الامن یمینہ سلو یہ فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما

ولم يقبل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فما بال من
اصر على بدعة ومنكر انتهى اور عدم نقل تقرير ايصال ثواب كا رسول الله
صلى الله عليه وسلم اور صحابہ اور تابعين سے دليل سنيت اور بدعت كى ہے
جيسا كہ صاحب ہدايہ اور فتاوى عالمگيرى اور نصاب الاحتساب
اور شامى ومجمع البحرين قائل اسكے ہيں في الهداية يكره ان يتنفل بعد
طلوع الفجر باكثر من ركعتي الفجر لانه عليه السلام لم يزد عليهما مع حرصه على
الصلوة انتهى اور شامى نے لكہا ہے ذكر العلامة نوح افندي ان
وجه الاستدلال بما ذكره في كراهة التنفل بعد طلوع الفجر باكثر من ركعتيه
ان النبي صلعم كان حريصا على الصلوة فعدم فعله يدل على الكراهة اذ
لولا لفعله مرة بيانا للجواز وقال في العالمگيرية قراءة الكافرون الى الاخر
مع الجمع مكروهة لانها بدعة لم ينقل ذلك عن الصحابة والتابعين كذا في
المحيط وقال في نصاب الاحتساب في باب الاحتساب في فصل البدعة
من الطاعة وترك السنن قراءة الكافرون الى الاخر مع الجمع مكروهة
لانها بدعة لم ينقل ذلك عن الصحابة والتابعين وان ذكر في الفتاوى
وكذا الدعاء عند ختم القران في شهر رمضان وعند ختم القران بجماعة
لان هذا لم ينقل عن النبي صلعم ولا عن الصحابة رضوان الله تعالى عنهم انتهى
وقال صاحب مجمع البحرين في شرحه ان رجلا يوم العيد في الجبانة اراد
ان يصلي قبل صلوة العيد فنهاه علي رض فقال الرجل يا امير المومنين اني
اعلم ان الله تعالى لا يعذب على الصلوة فقال علي رض واني اعلم ان الله
تعالى لا يثيب على فعل حتى يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم او
يحث عليه فيكون صلاتك عبثا والعبث حرام فلعله تعالى يعذبك به

بمحا الثنك البتية انتهى ۱۲ مجالس الابرار ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ مقدم نقد
قرون ثلثہ سے دلیل بدعت سیئہ کی ہے پس آگے رکھکر روٹی یا اور قسم کے
کہانے کو ایصال ثواب اموات کو کرنا بیچ وقت مغرب شب جمعہ و شب برات و شب
عیدین کی بدعت سیئہ ہے ہاں ایصال ثواب عبادت بدنی و مالی کا اموات کو
کسی وقت منع نہین ہے الا تخصیص من عند نفسہ بدون اذن الشارع کے منع
ہے اور حکم بدعت سیئہ او مرتکب اوسکے کا بیچ سوال دوم کے مذکور ہے

پانچوان سوال یہ ہے کہ بعض لوگ ایسا کہتے ہین کہ اے فلانے ولی میرا کام
اگر ہو تو دینا ورنہ کرامت تیری مین نہ مانونگا آیا اس طرح کا کلمہ کہنا جائز ہے یا نہین
اور قائل اس قول کا فاسق ہے یا نہین **جواب سوال پنجم** کسی ولی کو بلکہ
کسی مخلوق کو کارخانہ قدرت و انتظام الہی مین مداخلت نہین اور کسی فرد بشر
کو اگرچہ مرتبہ عالی رکہتا ہو یہ قدرت نہین کہ قضای حاجت مین ساتھ پروردگار
عالم کے شرکت کرسکے خصوصًا ما لا یقدر علیہ العباد مثل بارش اور جلانی اور روزی
دینے اور لڑکا پیدا کرنے و غیر ذلک مین کسیکو کچھ اختیار نہین کہ ان سب امور
مین دخل دیوے چنانچہ خود فرماتا ہے اللہ جل شانہ واسطے حبیب اپنے کے
قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ان اللہ
کان علیما حکیما قال علیہ السلام ان ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن ولا یکون فی الدنیا
فی الاخرة شیء الا بمشیتہ وعلمہ وقضائہ وقدرہ وکتبہ کذا فی فقہ الاکبر اور تفصیل اسکی
بیچ جواب دوم کے مرقوم ہے سوا اسکے کہ وہ بہی حیات مین جناب باری تعالی
مین واسطے قضای حاجت کسیکے دعا مانگے اور یہ عجز منافی ولایت ولی نہین بلکہ
عین آیت ولایت ہے پس یہ قول قائل کا کہ اے ولی اگر یہ کام میرا نہوگا تو مین تیری
کرامت کو نہ مانونگا دو حال سے خالی نہین ہے یا تو کہتا ہے بیچ حق اس ولی کے

کروہ حیات ظاہری نہین رکہتا ہے یعنی میت ہے یا پہ حق
اس ولی کے کہ وہ زندہ ہے ساتہہ حیات ظاہری کے دونون
حال مین کمال بی ادبی ہے اور اگر عقیدہ رکہتا ہے اسبات کا
کہ اولیا اراده مشیت الٰہی مین دخل دیتے ہین تو کافر ہے اور اگر ایسا
عقیدہ نہین ہے تو قائل اس قول کا معتزلہ اور مبتدع ہے
اسلیے کہ کرامت اولیا سے انکار کرتا ہے چنانچہ فقہ اکبر
اوسکی شرح مین ملا علی قاری نے لکہا ہے الکرامات للاولیاء
حق ای ثابت بالکتاب والسنة ولا عبرة بمخالفة المعتزلة واہل
البدعة فی انکار الکرامة اور کہا صاحب عقائد النسفی نے وکرامات الاولیاء
حق فتظہر الکرامة علی طریق نقض العادة للولی باقی بخیال مزید تفصیل
فتوی دستخطی و مہری عرب کا جو راقم نے ۱۲۹۹ھ مین ساتہ اپنے
لایا ہے حاشیہ پر نقل کیا جاتا ہے چھٹا سوال یہہ ہے کہ
بعض ملکا مین رواج ہے کہ اراضی متروکہ مورث کی بین الرجال
تقسیم کرتے ہین اور نسا کو مثل بیٹیان اور بہنون کے محروم
کرتے ہین اور بالک مقبوضہ از قسم اراضی اوس ملک مین دو قسم
ہوتے ہین ایک تو یہہ کہ اوس زمین مین حقیت ستقلہ قابض کو
بطور حق اہل معاش کے ہوتی ہے اور دوسری قسم صرف
حقیت کاشت کے مالکان قابضان اراضی قسم اول وجہ
محروم کرنے نسا یعنی بیٹیان اور بہنون کے یہہ بیان کرتے
ہین کہ ہمارے ملک مین رواج نہین کہ عورتین حصہ پاوین
اور قابضان اراضی قسم ثانی یہہ کہتے ہین کہ یہہ اراضی صیر

یا استقلال نہین ہے یہ حصہ مردون اور عورتون کو دیا ہے جیسا تو صرف حق تحقیق کا شبہہ
قائم مقامی موروث کی تناسل پر ہو تو نہین لائق ہاتھ نیکاری کی نہین بلکہ لائق کاشتکاری
کے مرد ہین اسواسطے ہم اراضی اسٹیٹ کو جو حق کاشت ہے بین الرجال تقسیم کرتے
ہین اور وہ اگرچہ اوس اراضی کاشت کو بین الرجال موافق سہم شرعی ذرہ ذرہ تقسیم کر لیتے
ہین لیکن اگر کسیکا طرف ایک بالشت بھی زمین زائد چلی جاوے تو مقدمہ لڑتے ہین اگر
ہین اور حق کاشت کو اپنے اسطرح قبض و تصرف مین رکھتے ہین کہ اوسکو بیع اور اجارہ
اور گرو بھی کرتے ہین جسطرح کہ قابضان حقیت مستقلا اپنے ملک مین تصرف کرتے
ہین سو یہ رواج موافق شرع شریف کے ہے یا بطور ہندون کے جواب
سوال سے شرعی حصہ مرد و عورت دونو کا استرو کہ متوفی سے ادا ای دلین اور وہ
کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع امت اور قیاس سے ثابت ہے
جو آدمی اوسکے موافق عمل کریگا جنت مین جاویگا اور جو اسکے خلاف کریگا دوزخ
مین جاویگا قال اللہ تعالی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الخ لقوله تعالی
الاخوات مع النساء ... تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسوله یدخله جنات تجری من
تحتها الانهار خالدین فیها وذلک الفوز العظیم ومن یعص اللہ ورسوله ویتعد حدوده یدخله
نارا خالدا فیها وله عذاب مهین - اقوال مالکان اراضی قسم اول کا یہ بیان کرنے
ویتہ حصہ وہی عورتون کے موافق رواج کفار کے اور مخالف قران و احادیث کے
ہے چنانچہ تفسیر معالم التنزیل مین ہے ان الورثة کانت فی الجاهلیة بالذکورة
والقوة فکانوا یورثون الرجال دون النساء والصبیان فابطل اللہ ذلک بقوله للرجال
نصیب مما ترک الوالدان والاقربون الخ پس جو شخص خلاف شرع شریف کے رواج
ملکی یا خاندانی کا اعتبار کرے ملحد یا زندیق بلکہ کافر باللہ وبالرسول ہے اور قول
قابضان اراضی قسم ثانی کا یہ ہے اراضی میری ملک نہین ہے جو ہم مردون اور

عورتوں کو حصہ دلوں میں ہم صرف حقیقت یعنی کاشت کا رستہ کہتے ہیں تو تین اللائق کا حصہ کا
سکے نہیں جو حصہ پایا ہو وہ خالی نہیں پاتو وہ تصرف بالید زمین متروکہ
متوفی میں رکہنا ہے لیکن اس صورت میں محروم کرنا عورتوں کو متروکہ متوفی
سے مخالف قرآن ہے اور یہ مراد تصرف بالید سے یہ ہے کہ وہ قبضہ
کو بیع یا ہبہ کر سکتا ہے یا وہ تصرف بالید بیع زمین متروکہ متوفی سے نہایت کمتا
مثل مستاجر کے زمین موجر میں پس اس صورت میں البتہ استحقاق عورتوں کو کسی
طرحکا نہیں پہونچتا ہے اور یہی اوسکو حق بیچنے زمین کا نہیں ہے لیکن سوال
سائل سے ظاہر ہے کہ زمین متروکہ میں تصرف اون لوگون کا مثل تصرفات
مالکان اراضی کے ہوتا ہے یعنے حقیقت کاشت کی اون لوگون کی مستقل
معلوم ہوتی ہے کہ جسکو مالکان اراضی چہین نہیں سکتے بلکہ اونکو اوس حقیقت
کاشت کی بیع اور ہبہ اور رہن وغیرہ کا حق حاصل ہے جیسا کہ بالفعل صوبہ بہار
اور بنگالہ میں رعایا کو حقیقت دائمی کاشت کے حاصل ہے اونکی کاشت کو زمیندار
مالکان چہین نہیں سکتے پس اس صورت میں لازم ہے کہ عورتوں کو
اوس حقیقت کاشت سے محروم نکریں ورنہ روز قیامت میں نہیں بعض انہر
ورسولہ کے مصداق ہونگے اور رحمت الٰہی سے سرا سر محروم رہینگے

فنقول وامر الاراضی فی زماننا عام ثمانین وتسع مائة مشوش شرعا جدا لانه
تشوشت تاما اذ اصحابها یتصرفون فیها تصرف الملاک من البیع والہبة والاجارة ومنعنا
والمزارعة ونحوها ہذا بیان تصرف الملاک ولو دون خراجها من المؤلف والمقاتلة
اے المقاتلة ای الطائفة المقاتلة الکفرة او لطائفة مخیرا صاحبها بسلطان لا اخذ
الخراج الا انهم ای وضعوا الید علی الارض اذا باعوا انک الارض اخذ بعض
الثمن وهو الذی یسمونه حق القرار من عند السلطان لا بخذا الخراج

فاعلم افذ ۱۲

واذا ماتوا اى واضعوا اليد عليها فان تركوا من خلفهم اولادا ذكورا يرثونها اى الارض فتنتقل دون سائر الورثة من البنات والزوجات وذوى الارحام ونحوها ولا يقضى منها ديونه ولا ينفذ وصاياه يقولون انها لم تكن ماله وانما هى تحت يده للانتفاع بها والا اى وان لم تركوا اولادا ذكورا فيستردها من عينه السلطان لاستيفاء خراجها فاذا اعتبرنا باليد وقلنا انها حجة شرعا وقلنا ان الارض ملك لذى اليد المتوفى يلزم ان يكون ميراثا لكل الورثة ذكورا واناثا ويبدان تقضى ديونه وتنفذ وصاياه لتقديمهما على الميراث واذا عرفت ذلك فحينئذ ان ما عدا الاولاد الذكور وعدم القضاء للدين وعدم التنفيذ للوصايا ظلم فهو حرام وتصرفهم اى الذكور فيها وتصرف من عينه السلطان فى امر ذلك اذا لم يكن فى الورثة اولاد ذكور بل كانوا اناثا محضا تصرف فى ملك الغير وهم الورثة وارباب الديون والوصايا فيكون لمحاصل منها اى من الارض بالبيع خبيثا واتجه قوله لقوله قال فى التاتارخانية رجل غصب ارضا فاجرها واخذ غلته او زرع الارض كرا فخرج منها اى من الكر او الارض ثلاثة اكرار ياخذ راس ماله الكر ويتصدق بالغلة فى صورة الاجارة والكرين فى صورة المزارعة ويضمن للنقصان فى الارض لصاحب الارض ان نقص بالزرع وهذا اى الضمان للنقصان فى قولهم جميعا الامام والصاحبين انتهى ما فى التاتارخانية وان

قلنا ان الاراضی لیست مملوکة لاصحابها ورقبتها لبیت المال او لمهود
فی زماننا وما تقدم علیه من الازمنة فی الدولة العثمانیة مما لیعرف ابائنا و
اجدادنا ان السلطان اذا فتح بلدة لا لقسم اراضیها بین الغانمین وهذا
ای عدم القسمة جائز کما فی التاتارخانیة اذ الامام مخیر بین القسمة والابقاء
للمسلمین ینتفعون بغلاتها الی یوم القیامة بوضع الخراج الموظف علی قاتها
ویکون تصرف ذی الید فیها باحدی الطریقین قال فی التاتارخانیة
السلطان اذا فتح اراضی لا لیملک لها وهی التی تسمی اراضی المملکة الی
قوم لیعطوا الخراج جاز وطریق الجواز احد شیئین اما اقامتهم مقام الملاک
فی الزراعة واعطاء الخراج او الاجارة بقدر الخراج ویکون الماخوذ منهم
خراجا فی حق الامام اجرة فی حقهم انتهی فعلی هذین الوجهین لا یجری فیه
البیع والهبة والشفعة والوقف والارث ونحوها لانه لا ملک فی رقبة الارض
لواضع الید حقیقة انما هو کالمستاجر یملک المنفعة کذا فی طریقة المحمدیة و
وشرح الرجب افندی

سوال ہفتم

بعض ملکوں مین یہہ رواج ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو قبل تجہیز و
تکفین کے حاضرین نماز جنازہ اور جو رتین رونے والی کے ضیافت
کے لیے کہانا پکایا جاتا ہے اور یہہ بھی دستور ہے کہ جب اہل میت
کہانا نہین دیتا تو اور لوگ اوسکے ساتھ طعن اور تشنیع سے پیش
آتے ہین گویا بستی والے لوگ بزور تمام اہل میت سے کہانا لیتے ہین
تو یہہ امر جائز ہے یا ناجائز

جواب سوال ہفتم

مشغول ہونا اہل میت کا کھانا پکانے میں قبل تجہیز اور تکفین میت کے خلاف

قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے عن حصین بن وحوح ان طلحة ابن البراء

مرض فاتاه النبي صلی اللہ علیہ وسلم يعوده فقال اني لا ارى طلحة الا قد حدث به

الموت فآذنوني به وعجلوا فانه لا ينبغي لجيفة مسلم ان تحبس بين ظهراني اهله رواه

ابوداؤد اور جو رواج کہ خلاف فعل یا قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

وہ مردود ہے اور طلب کرنا دعوت کا اہل میت سے بدعت سیئہ اور مکروہ

ہے فی الشامی يكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لا في

الشرور وهي بدعة مستقبحة روى الامام احمد وابن ماجة باسناد صحيح عن جرير بن

عبد الله قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة

حرام كما قال النبي صلى اللہ علیہ وسلم النياحة من عمل الجاهلية وفي [illegible]

اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع [illegible]

طريقة المحمدية [illegible] بلکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

کہ اقارب اور ہمسایہ کے لوگ واسطے اہل میت کے کھانا پکا کر بھیجیں [illegible]

شفقت اور محبت سے اور ان کو کھانا خوب سیر ہو کر کھلا دیں کما فی الشامی

ويستحب لجيران اهل الميت والاقرباء الاباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم

لقوله صلى اللہ علیہ وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاءهم ما يشغلهم حسنه الترمذي وصححه

الحاكم ولانه بر ومعروف ويلح عليهم في الاكل لان الحزن يمنعهم من ذلك فيضعفون

كذا في فتح القدير انتهى

سوال [illegible]

بعض ملکوں میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی اغنیاء سے فوت ہوتا ہے تو [illegible]

ہمسایہ والے اور اقارب اور احباب وغیرہ اوس کو بالالتزام [illegible] کہ آپ [illegible]

او القراءة او اتخذ وبان يبنى على قبره فباطل وكل هذه بدع منكرات والوقف والوصية باطلة
والماخوذ منها حرام للاخذ وهو عاص بالتلاوة والذكر لاجل الدنيا انتهى وفي الخلاصة
رجل اوصى بان يتخذ الطعام بعد موته ليطعم الناس ثلاثة ايام فالوصية باطلة وهو الاصح
انتهى وذكر القاضيخان في فتاواه نقلا عن الشيخ الامام ابي بكر البلخي رجل اوصى
بان يتخذ الطعام بعد موته ثلثة ايام قال الوصية باطلة انتهى وفي شرح الطريقة المحمدية
لرجب الافندي فظهر من ذلك ان المعتاد في زماننا ليس بجائز بلا خلاف فاذا بطل
الوصية يكون ميراثا للورثة فلا يحل لغني ولا فقير حضورها اذا كان في الورثة صغيرا
لعدم الوصية واما فعل الورثة من اموالهم فمكروه وبدعة مستقبحة من عمل الجاهلية
وكذا الاجابة لدعوتهم انتهى ان روايتون سے معلوم ہوا کہ طالب ہونا اس
طرح کی وصیتون کا باطل و حرام ہے اور اسی طرح کھانا دینا بھی ہے ... حرام ہے
والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب

ہمین علم دین و اسلام و ہدایت ہست باقی
جہل و کفر و ضلالت وحید الحق استھانوی
بہاری

بازید پوری عفا اللہ
عنہ عیوبہ

پیغمبر و المجیب سخاوت حسین قادری بہار
عفی عنہ

الجواب حق لا ریب فیہ حررہ
رضا حسن

طغرا
سخاوت حسین

الاجوبۃ الثمانیۃ کلہا صحیحۃ بالا ارتیاب کتبہ محمد عبد الغفور الرضا نفوری
البہاری عفا اللہ عنہ

طغرا
محمد عبد الغفور ۱۳۰۲

الجواب صحیح فضل الحق رضا نپوری
بہاری

المجیب مصیب عبد التوحید
حسنی النظامی رنگپوری

من اجاب فقد اصاب
سعادت علی عفی عنہ فتحپور آبادی

لا ریب فیہ ان المجیب مصیب والجواب الصحیح شکر [illegible] و للسقیم
رہین وزیر الدین احمد شاہجہانپوری عفی عنہ

…ن بن المولوی الحاج الحکیم … [illegible] … و صلیبا کہتا ہے

[illegible] اشرف المولوی شمس الاسلام کہ جب میں وطن سے اواخر ماہ شوال سنہ ۱۲۹۹ ہجری میں

بسبیل علوم خدمت کیمیا خاصیت میں جناب سلطان العلماء استاذ الکل فی الکل

الحاج الحافظ المحدث المولوی ابو الحسنات محمد عبد الحی اللکھنوی ابن استاذ الہند

ادام اللہ ظلال جلالہا حاضر ہوا اور مقیم دار العلوم اعنی فرنگی محل محلات شہر لکھنؤ ہو کر عنایات

بے انتہا اور فوائد عامہ سے مولانا ممدوح کے مستفید ہوا اتفاقاً رسالہ مسمی بہ [illegible] الامان

الابطال والتسوال من تصنیف عالم باعمل و واعظ بے بدل مجمع الفضائل و [illegible] شہود

باحسن بلا اشتباہ حاجی بیت اللہ مولانا الحاج المولوی محمد عبد اللہ [illegible] مقامی [illegible]

بلالی پرگنہ بہار ضلع پٹنہ اوصلہ اللہ الی ما تمناہ و یرضاہ کہ جنکا فیض دیار مشرق میں

واضح ہے عالم سے ہر دیار و امصار میں نام ہے رات دن کا مشغلہ اور بہت پڑا اونکا کام

[illegible] سو وعظ کا دن ہے ہمیشہ اغراض تام ہو ایسا عالم کہ جو ہر درس سے اونکی ایک عالم

مستفیض ہے ایسا واعظ کہ فوائد نصائح سے اونکی سارا جہان مستفید ہے جب سے اتفاق تشریف

لانیکا اونکا اوس دیار میں ہوا ہزار من آدمیوں نے لاکھوں طرح کا فائدہ اوٹھایا المختصر جو کچھ

تعریف اونکی لکھوں قلیل ہے ۔ اونکی ممدوح ہونے پر یہی رسالہ دلیل ہے بنظر قاصر سے

ہذا من اولہا الی آخرہا مطالعہ کیا جملہ مسائل اوسکے مستخرج کتب فقہ اور دلائل قرآن سے

پایا اور مضامین کو مستنبط آثار صحابہ سے اور مبرہن احادیث نبی آخر الزمان سے پایا چونکہ یہ رسالہ

[illegible] الواقع نور ایمان مؤمنین ہے ۔ اور [illegible] افادہ [illegible] مسلمین [illegible]

[illegible] مولوی شیخ [illegible] صاحب [illegible] مطبع [illegible] میں چھپا ۔ اور باہتمام [illegible]

[illegible] آکر شائع ہوا [illegible] کاملین کو بشارت ہے اور [illegible]

عجب
قد صح الا
است
بہ جواب
وصیت
والتصدق
عقود ریا
واضح ہو
فی لعقد ال
وجمعہ و شہر
خرافات با
لجیران ال
اصنعوا ا
ولیح علیہ
الضیافۃ
روی الا
الی اہل

[illegible]